MarsiyaeMarsiya
www.emarsiya.com

مرثیہ

شہادتِ حضرت عبّاس

مطلع

حامئ دینِ پیمبر بخدا ہیں عبّاس

حامیِ دینِ پیمبر بخدا ہیں عباسؑ   زینتِ فوجِ شہِ کرب و بلا ہیں عباسؑ
۱ شک نہیں جانِ وفا روحِ وفا ہیں عباسؑ   شہِ والا سے کوئی پوچھے کہ کیا ہیں عباسؑ
اس طرح ناز تھا شبیر کو اس بھائی پر
جس طرح خالقِ کونین کو یکتائی پر

۲ شاہ خورشید اگر ہیں تو ضیا ہیں عباس   ہیں جو یہ قبلۂ دیں قبلہ نما ہیں عباسؑ
یہ اگر دستِ طلب ہیں تو دعا ہیں عباس   ہیں مسیحا شہِ والا تو دوا ہیں عباسؑ
ان کو امید اگر کہئے انھیں دل کہئے
ایک کو بحرِ کرم ایک کو ساحل کہئے

۳ شاہ کو پھول تو عباس کو خوشبو کہئے   ایک کو مانئے دل ایک کو پہلو کہئے
فرض کیجے انھیں نافہ انھیں آہو کہئے   رخِ زیبا انھیں کہئے انھیں گیسو کہئے
وہ جو مطلوب تھے عالم کو تو یہ طالب تھے
مختصر یہ ہے کہ اک روح تھی دو قالب تھے

نصرتِ شاہ میں دی جان رفاقت ایسی   دیکھنے والوں کو حیرت ہو محبت ایسی
۴ نہر کو چھین لیا فوج سے قوت ایسی   مرتے دم تک نہ کبھی بدلی طبیعت ایسی
فخر کے ساتھ قدم چومے سدا آقا کے
بھائی سمجھے نہ کبھی شہ کو سوا آقا کے

اِن کے اوصاف میں کر سکتا ہے کیا کوئی کلام   تابعِ حکمِ خدا پاک نژاد ابنِ امام
۵ نصرتِ سبطِ پیمبر میں کئے ایسے کام   ہے رقم فردِ شہیداں میں جلی حرفوں میں نام
پیاس میں دھیان یہ تھا فاطمہ کے جانی کا
چھین کر نہر بھی قطرہ نہ پیا پانی کا

ہے یہ وہ ذات جو آغوشِ پیمبر میں پلی   اِن کو بچپن ہی سے تھا عشقِ ولی ابنِ ولی
۶ جو وفا بھائی سے کی ہے وہ زمانے پہ جلی   کیا پورا اُسے تھی جو کہ تمنائے علیؑ
خلد میں نصرتِ شاہِ دوسرا کر کے گئے
حق اخوت کا محبت کا ادا کر کے گئے

ہے یہ مشہور کہ عباس ہوئے جب پیدا   بند آنکھیں تھیں جب آغوش میں حیدر نے لیا
۷ نہ ہوئیں گود میں بھی حضرتِ شبر کے وا   آتے ہی حضرتِ شبیر کے عقدہ یہ کھلا
کھول کر آنکھیں ولی ابنِ ولی کو دیکھا
رُخِ زیبائے حسین ابنِ علی کو دیکھا

کم سنی کا ہے یہ عباسِ جری کی مذکور   ایک دن بیٹھے تھے مسجد میں یہ بابا کے حضور
۸ جمع اصحاب تھے تھا ذکرِ خداوندِ غفور   تشنگی کا ہوا شبیر پہ یک بار وفور
لائے بھائی کے لئے پانی کا ساغر عباس
پر وہ چھلکا تو ہوئے پانی میں سب تر عباس

شہِ مرداں نے یہ کُل واقعہ جس دم دیکھا   آپ کی آنکھ سے اشکوں کا بہا اک دریا
کہا لوگوں نے تعجب سے کہ مولا یہ کیا   آپ کیوں روتے ہیں یہ ہے تو مسرت کی جا ۹
سچ یہ ہے ناموروں کا ہے سدا نام بڑا
آپ کے چھوٹے سے بچے نے کیا کام بڑا

بولے حضرت تمہیں بتلاؤں سبب رونے کا کیا   ہے مرے پیشِ نظر واقعۂ دشتِ بلا
نصرتِ سبطِ پیمبر میں یہ فرزند مرا   اپنے ہی خون میں اک روز یونہی تر ہوگا ۱۰
ہوں گے مجروح یہی چاند سے پہلو دونوں
تیغ سے ہائے قلم ہوں گے یہ بازو دونوں

کھیل یہ حضرت عباس کو بچپن میں تھا   خاکِ پائے شہِ دیں بنتی تھی غازہ رُخ کا
چوما کرتے تھے ہمیشہ قدمِ شاہِ ھُدا   کفش برداریِ سرور پہ سدا ناز رہا ۱۱
مثلِ بلبل گلِ زہرا کے یہ شیدائی تھے
تھا غلامی ہی کا دعوا انہیں گو بھائی تھے

شاہد اس بات کا بچپن ہی میں تھا رعبِ جلال   کہ یہ فرزند ہے بیشک اسد اللہ کا لال
تھے یہ گویا رخِ عباس کے جُملہ خد و خال   بڑھ کے ہو جائیگا اک دن مہِ کامل یہ ہلال ۱۲
اوج بڑھ جائیگا یوں جاہ بنی ہاشم کا
کہ لقب پائیگا یہ ماہِ بنی ھاشم کا

ہو سکے مرتبے میں اس کے بھلا کس کو کلام   ہو جو فرزندِ علی شیرِ خدا شاہِ انام
ہوتی تھی حضرت عباس کی یوں صبح سے شام   تھا کبھی دوشِ امام اور کبھی آغوشِ امام ۱۳
موج بنتے تھے کبھی بحرِ امامت کے لئے
تاج بن جاتے تھے گہ یہ سرِ عصمت کے لئے

بڑھ کے عباس ہوئے ایسے نمودار جواں   دوست دشمن کی نظر پڑتی تھی اُن پر یکساں
دست و بازو میں یہ قوت کہ بفضلِ یزداں   شیر بھی پنجہ میں آجائے تو پائے نہ اماں ۱۴
تیغ زن ایسے کہ سب ماہرِ فن کانپتے تھے
وہ بہادر کہ شجاعانِ زمن کانپتے تھے

قول یہ بنتِ پیمبر کا ہے دنیا پہ عیاں   میرا عباس مری روح ہے اور ہے مری جاں
بھائی ہوتے ہیں بھلا ایسے وفادار کہاں   ہوا قرباں مرے بچہ پہ یہ میں اس کے قرباں ۱۵
لختِ دل ہے مرا اور نورِ نظر ہے میرا
مادر اس کی ہوں میں عباس پسر ہے میرا

گرچہ بچپن ہی سے تھے حضرت عباس سعید   پر جواں ہو کے ہوئے اور وفادار و رشید
گئے جس روز شہِ کون و مکاں پیشِ ولید   تھی یہ اس شیر کی جانبازیوں کی اک تمہید ۱۶
شہ کی آواز پہ مانندِ غضنفر پہنچے
توڑ کر در کو بسانِ درِ خیبر پہنچے

ہوگئی خیر بڑی شاہ نے جب یہ دیکھا — کہ مرے شیر کو ہے آج غضب کا غصّا
۱۷ آفت آئے گی بہے گا ابھی خوں کا دریا — کہہ کے اتنا علی اکبر کو اور ان کو روکا
اہلبیتِ نبوی کا تو یہ شیوہ ہی نہیں
ابتدا جنگ میں ہم لوگوں کو زیبا ہی نہیں

غیر ممکن ہے کرے کوئی ثنائے عباس — فرض ہے شہ کی طرح سب پہ ولائے عباس
۱۸ جان و مال اہل تولا کا فدائے عباس — بھول سکتی نہیں دنیا کو وفائے عباس
پھول دامن میں بھرے باغِ وفا سے نکلے
مشک کو بھر لیا خود نہر سے پیاسے نکلے

پاس کرتے تھے بہت سیدِ خوش خواں کا — بازوئے سیدِ کونین تھا بازو ان کا
۱۹ مخزنِ الفتِ شبیر تھا پہلو ان کا — لیلۃ القدر کے ہم رتبہ تھا گیسو ان کا
حسن نے اس کے سبب اوج بہت پایا تھا
مصحفِ رخ کی تلاوت کے لئے آیا تھا

سر سے تھے تا بقدم شیرِ خدا کی تصویر — وہی رفتار کا طرز اور وہی شانِ تقریر
۲۰ سر بکف رہتے تھے یوں ہر گھڑی بہرِ شبیر — جس طرح نصرتِ احمد پہ شہِ قلعہ گیر
گر کہیں سبطِ پیمبر کو نبوت ملتی
ان کو ہی حق سے بلا شبہ امامت ملتی

شیر دل اور اسد اللہ کے دلبر ہیں یہی — تیوروں سے یہ ہے ظاہر کہ غضنفر ہیں یہی
۲۱ اور بازو سے عیاں فاتحِ خیبر ہیں یہی — دیکھنے والوں کو دھوکا ہو کہ حیدر ہیں یہی
لڑتے ان سے تو سرِ مرحب و عنتر کٹتے
زد پہ آجاتے تو جبریل کے شہپر کٹتے

مثلِ پروانہ تھے ہر وقت فدائے شبیر — ہر گھڑی کرتے تھے توصیف و ثنائے شبیر
۲۲ سببِ زیست سمجھتے تھے ولائے شبیر — قم تھی ان کے لئے ہر وقت صدائے شبیر
دل کو تھا خاص تعلق جو ہر انداز کے ساتھ
روح کو ہوتی تھی بالیدگی آواز کے ساتھ

اس کی توصیف میں کیا کھولے زباں کوئی بھلا — بارِ احساں ہے سرِ دوشِ امامت جس کا
۲۳ جس کو خالق نے بنایا تھا وفا کا پتلا — حق جو تھا مہر و محبت کا کیا ویسے ادا
خدمتِ اہلِ حرم کی کبھی گر بھائی کی
جنگ کی کھودے کنوئیں بچوں کی سقائی کی

تر زباں ان کی ثنا میں ہیں محبت والے — ان سے بہتر نہ ہوئے خلق و مروت والے
۲۴ حق ادا سب وہ کئے جو تھے اخوت والے — کر گئے الفتِ شبیر سے ہمت والے
ہاں یمِ عشق میں کم ایسے شناور نکلے
ڈوب کر قلزمِ خوں میں لبِ کوثر نکلے

کیوں نہ ممدوح زمانے میں ہو پھر وہ غازی　　قائم آلِ عبا جب کریں مدحت اس کی

۲۵ شبِ عاشور کی یوں خدمتِ ناموسِ نبی　　پاسبانی کی، طلایہ پھرے، خندق کھودی
ان کو منظور خوشی تھی خلفِ حیدر کی
کبھی بچوں کی حفاظت کی کبھی لشکر کی

رونقِ بزمِ وفا، اہلِ ولا عرش مقام　　عابد و زاہد و پابند اصولِ اسلام

۲۶ خلفِ خویشِ نبی قوتِ بازوئے امام　　بڑھ گیا اور شرف پی کے شہادت کا جام
متقی تھے مگر اللہ سے عصمت نہ ملی
سب شرف پائے فقط ایک امامت نہ ملی

وہ تنومند کہ جب ہوتے تھے گھوڑے پہ سوار　　بوسے لیتی تھی زمیں پائے جری کے ہر بار

۲۷ تیغ زن ایسے کہ سر بر ہو کوئی تھا دشوار　　خیر گزری نہ ملی ان کو الٰہی تلوار
نہ تو سردار نہ پھر فوج ضلالت ہوتی
ذوالفقار ان کو اگر ملتی قیامت ہوتی

حق سے ان کو بھی ملا ان کے بزرگوں کا حشم　　ہوتا کیوں حضرتِ عباس کو پھر کوئی الم

۲۸ ٹھیک تقسیم ہوئی حق سے بلا بیش و کم　　شاہ نے پائی امامت تو ملا ان کو علم
مرتضٰے لشکرِ اسلام کے سردار ہوئے
فوجِ شبیر کے عباس علمدار ہوئے

مرثیہ گویوں نے یوں کھینچی ہے غم کی تصویر　　سج رہی ہیں علمِ پاک کو شہ کی ہمشیر

۲۹ اک طرف ہیں نگراں خیمہ میں زینب کے صغیر　　چپکے چپکے یہ بہم کرتے ہیں دونوں تقریر
کسی صورت سے علم فوجِ خدا کا مل جائے
بات رہ جائے اگر جد کا یہ ورثہ مل جائے

جھک کے چھوٹے نے بڑے سے کہا بھائی جان　　ہم کو مل جائے علم پورے ہوں دل کے ارمان

۳۰ کیا عجب غیب سے اللہ جو کر دے ساماں　　دل میں آ جائے کریں شہ سے سفارش اماں
جوشِ الفت سے ہیں مجبور مقرر کر دیں
شہ سے جس بات کو یہ کہہ دیں وہ سرور کر دیں

حق طلب کرنے میں بھیا ہمیں کس بات کا ڈر　　آپ فرمائیں تو میں عرض کروں خود بڑھ کر

۳۱ میرے دادا کا یہ منصب ہے عیاں ہے سب پر　　عون بولے نہ کہیں گی کبھی ہرگز مادر
دل کی امیدیں کہیں سب نہ فنا ہو جائیں
مجھ کو ہے خوف کہ اماں نہ خفا ہو جائیں

تم نے جو کچھ بھی کہا حق ہے یہ سب اے مری جاں　　لیکن امید نہیں مانیں اسے جو اماں

۳۲ کیا کریں لے کے علم جب کہ یہ ہے ہم پہ عیاں　　آج ہم لوگوں کا مٹ جائے گا دنیا سے نشاں
حوصلے گر یہی باقی ہیں تو ہم لے لیں گے
چل کے میدان میں دشمن کے علم لے لیں گے

آج اماں کو ہے اس بات کا غم حد سے سوا   گھر گئے چاروں طرف دشمنوں میں شاہِ ہدیٰ
۳۳ گاہ روتی ہیں کبھی کرتی ہیں یہ حق سے دعا   رہے محفوظ ہر آفت سے مرا ماں جایا
ایسی حالت میں علم کو کہیں اچھا کب ہے
رنج پر رنج انھیں دیں ہمیں زیبا کب ہے

سُنی زینب نے یہ ان بچوں کی جس دم تقریر   غیظ میں آ کے یہ کہنے لگیں شہ کی ہمشیر
۳۴ کیا سمجھتے ہو اسے تھی کوئی جد کی جاگیر   تیغ زن کے لئے شایاں ہے علم اور شمشیر
زورِ بازو کو نہ کچھ زورِ قدم کو دیکھا
دیکھا جس چیز کو پہلے تو علم کو دیکھا

جب کہ اس سن میں علم کی ہوئی تم دونوں کو چاہ   ہے عجب کیا جو پڑے بڑھ کے امامت پہ نگاہ
۳۵ مجھ کو صدمہ ہوا اس بات سے خالق ہے گواہ   چھوٹا منہ اور بڑی بات یہ ماشا اللہ
چاہیئے بات وہ جس سے کہ نظر پر نہ چڑھے
وہی اچھا ہے زمانہ میں جو حد سے نہ بڑھے

پرورش کے لئے آغوش مرا تم کو مِلا   جاہلِ مسئلہ اس پر ہو یہ ہے حیف کی جا
۳۶ ہاں ذرا میں بھی سنوں مجھ کو بتاؤ تو ذرا   باپ کے ہوتے طلب کیوں کیا ورثہ جد کا
خوب تعلیم ہے چرچے یہ بہم ہوئیں گے
تم کو کیا موردِ الزام تو ہم ہوئیں گے

شاہ کی فوج میں عباس دلاور کے سوا   مستحق دوسرا کوئی نہیں اس منصب کا
۳۷ زینت لشکرِ شبیر وہی ہے بخدا   اس کی جرأت کی سُنا کرتی ہوں توصیف و ثنا
صاحبِ سیف عجم اور عرب کہتے ہیں
شیر اس کو اسد اللہ کا سب کہتے ہیں

قوتِ بازوئے شبیر ہے سب پر یہ عیاں   بھائی کے بھائی سے وابستہ ہیں لاکھوں ارماں
۳۸ میرا عباس خدا رکھے ہے بے مثل جواں   نظرِ بد سے بچائے اسے خالق ہر آں
مستحق اور نہیں کوئی حشم پانے کا
وہی حقدار ہے بس ایک علم پانے کا

سہمے اطفال جو زینب کے یہ دیکھے تیور   جوشِ رقت ہوا رخسار ہوئے اشکوں سے تر
۳۹ جوڑ کر دستِ ادب دونوں یہ بولے بڑھ کر   غلطی ہم سے ہوئی اس میں نہیں شک مادر
آپ مالک ہیں ہمیں چاہے سزائیں دیجے
یا ز راہِ شفقت عفوِ خطائیں کیجے

تھا اِدھر ذکر یہ جو آ گئے خود شاہِ ہدیٰ   ساتھ تھا قاسم و عباس علی اکبر کا
۴۰ دوڑ کر حضرتِ فضہ نے اٹھایا پردا   داخلِ خیمہ ہوئے سبطِ رسولِ دوسرا
بارک اللہ فلک سے یہ صدائیں آئیں
ساتھ شبیر کے جنت کی ہوائیں آئیں

۴۱
شاہ کو دیکھتے ہی خوش ہوئے یوں اہلِ حرم ‏ ‏ ‏ ‏ سوکھے کھیتوں میں پڑے جس طرح اکثر شبنم
یک بیک رک گیا بڑھتا ہوا شورِ ماتم ‏ ‏ ‏ ‏ شہ کی تعظیم کو سب بیبیاں اٹھیں باہم
فضہ دوڑی گئی اور دوڑ کے لائی مسند
اٹھ کے خود حضرتِ زینب نے بچھائی مسند

۴۲
رونق افروز ہوئے جس گھڑی مسند پہ امام ‏ ‏ ‏ ‏ آکے ہر بی بی نے جھک جھک کے کیا شہ کو سلام
دیکھ کر عون و محمد کو شہِ عرش مقام ‏ ‏ ‏ ‏ بولے زینب سے بھلا کیا ہے انھیں رنج سے کام
دیکھ کر ان کو مجھے صدمے بڑے ہوتے ہیں
تم خفا کیا ہو کہیں کس واسطے یہ روتے ہیں

۴۳
شاہ سے دست ادب باندھ کے بولیں زینب ‏ ‏ ‏ ‏ ان پہ ناراض ہوئی ہوں ابھی یا شاہِ عرب
دیکھ کر ان کی جسارت کو ہوا مجھ کو عجب ‏ ‏ ‏ ‏ ضد یہ تھی ان کی دلا دو ہمیں جد کا منصب
اتنے سے سن میں بڑا جاہ و حشم چاہتے تھے
بھائی یہ آپ کے لشکر کا علم چاہتے تھے

۴۴
آپ فرمائیں اگر غیر یہ باتیں سنتا ‏ ‏ ‏ ‏ اپنی جا پر مجھے ساتھ ان کے وہ کہتا کیا کیا
خوف تھا یہ کہ نہ ہو جاؤں میں انگشت نما ‏ ‏ ‏ ‏ یہ سمجھ کر میں ہوئی ان پہ بلا شبہ خفا
کیا بجا یہ خفگی اے شہِ دلگیر نہیں
بولے شہ جانے بھی دو یہ کوئی تقصیر نہیں

۴۵
نظرِ غور سے ان دونوں کی صورت دیکھو ‏ ‏ ‏ ‏ اتنے سے سن میں علم لینے کی ہمت دیکھو
بڑھ کے دیں جان یہ ہے شوقِ شہادت دیکھو ‏ ‏ ‏ ‏ اے بہن اپنے ذرا شیروں کی جرأت دیکھو
دل سے یہ خدمتِ اسلام بہن چاہتے ہیں
بعد مرنے کے بڑا نام بہن چاہتے ہیں

۴۶
شوق منصب کا ہے کب ہیں یہ خطائیں انکی ‏ ‏ ‏ ‏ رد کرے خالقِ کونین بلائیں انکی
صاحبِ سیف سنیں گر یہ وفائیں انکی ‏ ‏ ‏ ‏ خاکِ نقشِ قدم آنکھوں سے لگائیں انکی
جب کبھی ذکرِ علمدار و علم ہوگا بہن
بخدا ان کا بھی ہر اک کو الم ہوگا بہن

۴۷
کہہ کے یہ عون و محمد کو بلایا شہ نے ‏ ‏ ‏ ‏ اٹھ کے خود دونوں کو سینے سے لگایا شہ نے
پیار سے بچوں کو پہلو میں بٹھایا شہ نے ‏ ‏ ‏ ‏ دیکھ کر کل حرم کو یہ سنایا شہ نے
آج میں ان کو یہ منصب یہ حشم دیدیتا
مصلحت حق کی جو ہوتی تو علم دے دیتا

۴۸
کہہ کے یہ زیرِ علم آئے شہِ نیک اساس ‏ ‏ ‏ ‏ دے کے بھائی کو نشاں بولے بصد حسرت و یاس
رایتِ فوجِ خدا لو مرے پیارے عباس ‏ ‏ ‏ ‏ بی بیوں نے یہ دعائیں دیں خدا لائے راس
صد و سی سال زمانے میں بصد جاہ جیئیں
جتنے سب فوج علمدار ہیں شاہ جیئیں

۴۹ بھر گیا گو ہر امید سے دامانِ جری　　حق سے منصب وہ ملا جو کہ تھا شایانِ جری
رایتِ فوجِ خدا پا کے بڑھی شانِ جری　　تھا جری جانِ علم اور علم جانِ جری
اس کو سمجھا کئے عباس رگِ جاں کی طرح
مرتے دم تک رہا ساتھ ان کے یہ ایماں کی طرح

۵۰ کہا پھر سب نے مبارک ہو نشانِ لشکر　　قوّتِ بازوئے شبیر ہے جانِ لشکر
نہیں جرّار کوئی ایسا میانِ لشکر　　اور بڑھ جائے گی اب شوکت و شانِ لشکر
فرقِ زینب نہ ردا کے لئے محتاج رہے
دیکھو عباس علم لینے کی کچھ لاج رہے

۵۱ تھی ابھی تک تو علم پانے کی غازی کو خوشی　　پر یہ سنتے ہی لرزنے لگا اندام جری
جوشِ غیرت سے ہوئی اور ہی حالت رخ کی　　بولے کیا تم نے کہا اے حرمِ پاکِ نبی
میں جیوں اور کوئی لے لے ردائے زینب
یہ تو یہ سن نہیں سکتا ہے صدائے زینب

۵۲ سامنے میرے آکر غیظ سے کوئی گمراہ　　حرمِ پاک کے خیمہ کی طرف ڈالے نگاہ
نہ کروں عفو خطا اس کی کبھی میں یا شاہ　　تیغ کے گھاٹ اتاروں اسے فوراً واللہ
دیکھ کر خیمۂ شہ راہِ سقر کو دیکھے
جس کی ہو موت گلوگیر ادھر کو دیکھے

۵۳ کرتے کرتے یہ سخن آگیا غازی کو جلال　　شکن ابرو پہ پڑی آنکھیں ہوئیں غصہ سے لال
رحم دل شاہ نے دیکھا جوں ہی بھائی کا یہ حال　　اسد اللہ کا ہے شیر کیا دل میں خیال
اس سے سر بر ہو کوئی کس میں یہ طاقت ہوگی
بڑھ گیا غیظ جو اس کا تو قیامت ہوگی

۵۴ سوچ کر دل میں یہ عباس سے بولے شبیر　　بھائی ہم لوگوں کے ہے ہاتھ میں جبتک شمشیر
یہ تو ممکن ہی نہیں کھل سکے فرقِ ہمشیر　　آؤ باہر چلیں اب ہوگئی بیحد تاخیر
منتظر دیر سے سب ناصرِ ایماں ہونگے
میری خاطر مرے احباب پریشاں ہونگے

۵۵ سنتے ہی ہوگیا استادہ ہر اک نیک انجام　　آگے آگے چلے ان سب کے شہِ عرش مقام
نکلا خیمہ سے بصد جاہ دو عالم کا امام　　ضوفگن تھا سرِ سرور پہ نشانِ اسلام
روشنی تھی یدِ بیضا سے سوا پنجہ میں
دست عباس کی پہنچی تھی ضیا پنجہ میں

۵۶ یوں بر آمد ہوئے خیمہ سے شہِ جن و بشر　　جس طرح تاروں کی جھرمٹ میں نکلتا ہے قمر
ساتھ تھے قاسم و عباس جری اور اکبر　　جھکے مجرے کو رفیقانِ امامِ اطہر
پہلے ہر ایک نے پاس آکے علم کو چوما
بعد اس کے شہِ والا کے قدم کو چوما

٦٥ چھوٹے بھائی نے بھی جس وقت شہادت پائی — جوش کھانے لگا خوں غیظ میں لی انگڑائی
عرض کی خدمتِ شبیر میں کیوں اے بھائی — کیا ابھی تک مرے مرنے کی نہیں باری آئی
آپ پر ہو کے فدا نام یہ سب کر جائیں
ہیں جیوں اور مرے سب غنچہ دہن مر جائیں

٦٦ ہے بہت شاق مرے دل کو جدائی سب کی — بد نصیبی نے مجھے موت دکھائی سب کی
تھے بہادر کہ قضا جنگ میں آئی سب کی — آپ کے سامنے میت بھی اٹھائی سب کی
سب جواں مرد تھے یہ خلد میں جانے کے لئے
ہم فقط آئے تھے لاشوں کے اٹھانے کے لئے

٦٧ قابلِ رحم ہے یا شاہ مری حالتِ زار — چبھ رہے ہیں مرے پہلو میں غم و رنج کے خار
اپنی اس شومیٔ قسمت کا کروں کیا اظہار — مر گئے سامنے آنکھوں کے عزیز و انصار
زیست کا لطف ہے کیا گود کے پالے نہ رہے
خاک جینے پہ ہے جب چاہنے والے نہ رہے

٦٨ خانۂ دل میں بپا ہے مرے اک مجلسِ غم — یاد ان سب کی بڑھا دیتی ہے شورِ ماتم
ان جوانمردوں کا صدمہ نہیں ہو سکتا کم — اب جو روکا تو نکل جائے گا گھٹ کر دم
بچے مر جائیں غلامِ شہِ ابرار جئے
حیف ہے فوج نہ ہو اور علمدار جئے

٦٩ پھٹ رہا ہے مرا دل دیکھ کے ڈیوڑھی کو اداس — ہر طرف کو نظر آتا ہے ہجومِ غم و یاس
بچے ہیں تشنہ دہاں جاؤں میں کیا انکے پاس — پانی مانگے جو سکینہ تو کہے کیا عباس
تشنگی ان کی جگر میرا جلا دیتی ہے
العطش کی یہ صدا دل کو ہلا دیتی ہے

٧٠ رد کیجئے اب نہ خدا کے لئے رخصت دیجے — اپنے قدموں پہ فدا ہونے کی عزت دیجے
اے مسیحا دلِ بیمار کو صحت دیجے — زندہ ہو جاؤں جو مرنے کی اجازت دیجے
شاد بابا کو کروں دہر میں کچھ کام کروں
جس کی خاطر مجھے پالا ہے میں وہ کام کروں

٧١ تھا علمدار کی تقریر میں کچھ ایسا اثر — شہ سے صابر کی ہوئیں آنسوؤں سے آنکھیں تر
بولے عباس کو سینے سے لگا کر سرور — بھائی اب تم ہی تو ہو میرے نشانِ لشکر
مر کے کیا چاہتے ہو بھائی کی طاقت گھٹ جائے
اف میں زندہ رہوں اور فرق تمہارا کٹ جائے

٧٢ گھر کی زینت ہو مرے زینتِ پہلو ہو تم — باغِ زہرا کا جو گل میں ہوں تو خوشبو ہو تم
وجہ مغلوبیتِ لشکرِ بد خو ہو تم — خلق واقف ہے مرے قوت بازو ہو تم
اب نہ یہ فوج دبے گی کبھی اس پُر غم سے
رعب تھا لشکرِ بے کس کا تمہارے دم سے

بیٹھے کرسی پہ جوں ہی آکے امامِ ابرار　　ٹھیک ہونے لگا لشکر کا یمین اور یسار
۵۷ پیدل اک سمت مقرر ہوئے اک سمت سوار　　تھا یہ سامان ابھی جو آگیا وقتِ پیکار
دفترِ مرگ کھلا چلنے لگا خامۂ جنگ
خون سے حُر کے لکھا موت نے سرنامۂ جنگ

پھینکے شبیر کی جانب جو لعینوں نے خدنگ　　اذن لے کر رفقاشہ کے چلے بہرِ جنگ
۵۸ تشنہ لب لڑنے لگے ہونے لگے شامی دنگ　　آخرش مر گئے سب بحرِ شجاعت کے نہنگ
مرتے دم خوش تھے کہ ارمان ہمارے نکلے
خون میں ڈوب کے کوثر کے کنارے نکلے

سر جھکائے ہوئے دیکھا کئے عباس یہ سب　　آخرش دیکھ کے جعفر کو یہ بولے بغضب
۵۹ تم پہ کیا فرض نہیں نصرتِ سلطانِ عرب　　یہ تو بتلاؤ کہ تم مرنے کو جاؤ گے کب
سر کٹاؤ شہِ دیں سے نہ کرو جان عزیز
جان قربان کرو ہے اگر ایمان عزیز

حکم کے ساتھ ہی میدان میں آیا وہ سعید　　تھا عیاں رُخ سے کہ مرنے کی ہے غازی کو عید
۶۰ حملے شیرانہ کئے جنگ میں کی سعی مزید　　آخرش لشکرِ اعدا نے کیا اس کو شہید
شیر کی طرح سے آواز پہ جا کر لائے
لاش خود حضرت عباس اٹھا کر لائے

بولا عثمان سے پھر وہ اسد اللہ کا شیر　　جنگ میں موت سے ڈرتے نہیں ہیں جو کہ دلیر
۶۱ آج زندہ جو رہے تم تو یہ قسمت کا ہے پھیر　　جاؤ میدان میں بس اب نہ کرو مرنے میں دیر
خوف کس بات کا ہے اور یہ تذبذب کیا ہے
دیکھیو وہ سامنے دروازۂ جنت وا ہے

سنتے ہی حکم برادر کا برادر اٹھا　　شاد و مسرور بہت ناصرِ سرور اٹھا
۶۲ جوش میں لے کے اک انگڑائی غضنفر اٹھا　　باندھے مرنے پہ کمر تن کے دلاور اٹھا
یوں لڑا دشمنوں سے دادِ شجاعت پائی
موت قسمت میں تھی آخر کو شہادت پائی

کچھ تھا غم بھائیوں کا کچھ تھا شہِ دیں کا ملال　　لرزہ اندام میں تھا آنکھیں تھیں غصے سے لال
۶۳ چھوٹے بھائی سے یہ بولا اسد اللہ کا لال　　اے محمد تجھے کس بات کا ہے دل میں خیال
تو تو دنیا میں کسی طرح سے دل شاد نہیں
جان پیاری ہے عبث جب تری اولاد نہیں

مر گئے بھائی ترے تو بھی سوئے جنت جا　　منتظر خلد میں ہر ایک دلاور ہوگا
۶۴ میں بھی آتا ہوں عقب میں نہ ذرا گھبرانا　　سُن کے فرمان یہ بھائی کا وہ خوش خوش اٹھا
یوں لڑا جم کے قدم پیچھے نہ ہرگز سرکے
مر گیا نامِ وغا دنیا میں زندہ کر کے

۸۱ جس کا اک بھائی بھی دنیا میں ہو یا شاہِ زمن — نہیں ممکن کہ بہن اس کی ہو مجبورِ رسن
کس میں طاقت ہے کہ بازو میں مرے باندھے رسن — نہ مجھے خوف عدو ہے نہ ہے خوفِ دشمن
یا خدا جیتے رہیں ناصر و یاور میرے
آج موجود رہیں اٹھارہ برادر میرے

۸۲ لیکن اب ہو گیا عباس کی رخصت سے یقیں — ننگے سر اور رسن بستہ پھرے گی یہ حزیں
کاش آجاتی مجھے موت میں مرجاتی کہیں — پر کروں کیا کہ فلک دور ہے سخت زمیں
حکم حق ہے تو رسن شانوں میں بندھواؤنگی
بلوۂ عام میں سر ننگے چلی جاؤنگی

۸۳ داستاں غم کی بیاں کرچکیں جس دم زینب — خیمۂ شاہ میں برپا ہوا شورِ ماتم
صبر کی حد سے کچھ اس درجہ فزوں تھا یہ الم — ضبط کرنے پہ بھی شبیر کی آنکھیں ہوئیں نم
شاہ نے صبر امامت سے وہ رقت روکی
سیل اشک اپنے آنکھوں سے بدقت روکی

۸۴ آئی اتنے میں قریب شہ کے سکینہ ناداں — مشک تھی سوکھی ہوئی ہاتھ میں آنسو تھے رواں
تھا یہ پپڑاتے ہوئے ہونٹوں سے ہر اک پہ عیاں — اب ہے کچھ دیر کی دنیا میں یہ بچی مہماں
رخ کے انداز عدم کا سفری کہتے تھے
دیکھنے والے چراغ سحری کہتے تھے

۸۵ دیکھ کر حضرتِ عباس کو بولی معصوم — بس چچا آپ کی الفت ہوئی ہمکو معلوم
ہے یقیں اس کا نہ مجھ سا کوئی ہوگا مظلوم — حد یہ ہے فرطِ عطش سے ہوئے آنسو معدوم
تشنگی بڑھتی ہے دل جلتا ہے بیتاب ہوں میں
اے چچا رحم کرو ماہیِ بے آب ہوں میں

۸۶ اتنی امید پہ جیتی تھی کہ آتے ہیں آپ — اور پانی بھی مرے واسطے لاتے ہیں آپ
اب یہ سنتی ہوں کہ میدان کو جاتے ہیں آپ — قدمِ شاہ پہ سر اپنا کٹاتے ہیں آپ
گر خبر سچ ہے تو کیا خوب یہ غم خواری ہے
آپ کے ساتھ سکینہ کی بھی تیاری ہے

۸۷ آپ کے بعد یقیں ہے نہ بچینگے سرور — ظلم ہم بے کسوں پر ڈھائیں گے یہ بانیِ شر
دُر کوئی چھینے گا لے گا کوئی سر سے چادر — آگ خیموں میں لگا دیں گے جو یہ بد اختر
یا تو نامحرموں میں ڈر کے نکل جائیں گے
ورنہ سب آلِ نبی آگ میں جل جائینگے

۸۸ بولے گھبرا کے یہ عباس نہ یوں فرماؤ — پانی لینے کو میں جاتا ہوں ادھر تو آؤ
دل ہے بیتاب مرے سینے سے تم لگ جاؤ — کس لئے روتی ہو مشکیزہ تو اپنا لاؤ
تم رہیں تشنہ دہن رنج و الم اس کا ہے
کچھ نہ میں کر سکا خدمت مجھے غم اس کا ہے

۷۳ خیر جاتے ہو تو یہ فوج ہٹاتے جاؤ   امن و آرام کی جا مجھکو دکھاتے جاؤ
تشنہ لب بچوں کو پانی تو پلاتے جاؤ   کیا کروں میں مجھے اتنا تو بتاتے جاؤ
میں تو ہو جاؤں گا بے کار یہ تم جانتے ہو
بھائی کے مرنے سے ٹوٹے گی کمر جانتے ہو

۷۴ میں بہت اچھی طرح دیکھ چکا ہوں محضر   میری انجامِ برادر پہ بخوبی ہے نظر
جو بھی کہنا تھا مجھے کہہ چکا تم سے یکسر   اب نہ منت کرو لو مرنے کو جاؤ بہتر
لیکن اتنا کرو خیمہ میں بعجلت ہو آؤ
گر مناسب ہو تو بہنوں سے بھی رخصت ہو آؤ

۷۵ سن کے یہ حضرتِ عباسِ دلاور اٹھے   ساتھ ہی بھائی کے خود سبطِ پیمبر اٹھے
کوہِ غم سر پہ جو تھا بادلِ مضطر اٹھے   غمزدہ اشک فشاں دونوں برادر اٹھے
شہ اٹھے روتے ہوئے خیمہ میں جانیکے لئے
خبرِ مرگِ برادر کی سنانے کے لئے

۷۶ پہنچے ڈیوڑھی کے قریں جب کہ شہنشاہِ ہدیٰ   حضرتِ فضہ نے آواز پہ پردہ کھینچا
داخلِ خیمہ ہوا جانِ رسولِ دوسرا   دیکھ کر حضرتِ زینب کو یہ دی شہ نے صدا
کچھ تسلّی پئے پیغمبر و زہرا دو مجھے
اے بہن آ کے جواں بھائی کا پرسا دو مجھے

۷۷ عازمِ خلدِ بریں ہے اسد اللہ کا لال   بخدا ان کی جدائی سے مرا غیر ہے حال
کیا کہوں تم سے بہن جو ہے مرے دل کو ملال   حوصلے فوج کے بڑھ جائینگے ہے اِس کا خیال
بعد عباس مرا فرق ہے اور خنجر ہے
جنگِ آخر ہے بہن خاتمۂ لشکر ہے

۷۸ اِس بیاں سے شہ والا کے ہوا سب کو اَلم   ہو گئے جمع بہم اشک فشاں اہلِ حرم
بنتِ زہرا کو تھا غم اس لئے بالائے غم   بعد عباس بچینگے نہ شہنشاہِ اُمم
کہا بھائی سے کہ چھن جائیگی چادر مجھ سے
سچ کہا تھا مرے بابا نے برادر مجھ سے

۷۹ شہ نے فرمایا وہ کیا، رو کے یہ بولیں زینب   ایک دن بیٹھی تھی میں قربِ شہنشاہِ عرب
کھل گیا کھیل میں بازو مرا اک سمت کا جب   چوما بابا نے اسے بڑھ کے، ہوا مجھ کو عجب
میں نے پوچھا، کہا محبوس رسن ہوئے گی
ایک دن بازوؤں میں تیرے رسن ہوئیگی

۸۰ کہہ چکے جس گھڑی یہ مجھ سے شہِ عقدہ کشا   انتہا اپنے تعجب کی بتاؤں میں کیا
جوڑ کر ہاتھوں کو پھر میں نے یہ بابا سے کہا   آپ ہیں شیرِ خدا دستِ خدا نفسِ خدا
کیا کہا آپ نے کچھ اس کو نہ زینب سمجھی
میں نہ اِس آپ کے ارشاد کا مطلب سمجھی

۸۹ لایا پانی ابھی جا کر نہ کرو آہ و بکا   پیاسی اب تک جو رہیں تھی یہی مرضی خدا
حال پر بی بی کے پھٹتا ہے کلیجہ میرا   نہر سے میں ابھی مشکیزہ کو بھر کر لایا
تم بھی پینا علی اصغر کو بھی دینا پانی
وعدہ کرتا ہوں پچا سے ابھی لینا پانی

۹۰ جو مقدر میں ہے مجبور ہے اس سے انساں   ہاں دعا کرنا مرے واسطے دل سے مری جاں
مرحلہ سخت ہے ہوں مشکلیں میری آساں   میری امداد کرے آج خدائے دو جہاں
میرا انجام مع الخیر ہو ایمان کے ساتھ
اب یہ مشکیزہ تمہارا ہے مری جان کے ساتھ

۹۱ کہہ کے یہ مشک سکینہ سے لی با دیدۂ تر   اور بس ٹیک کے تلوار اٹھا وہ صفدر
پاس ڈیوڑھی کے پڑی غم کے مرقع پہ نظر   دیکھا بچوں کو لئے زوجہ کھڑی ہے در پر
خانۂ دل غم و اندوہ کا گنجینہ ہے
چہرہ تو نسا ہوا کل حال کا آئینہ ہے

۹۲ بولیں تم مرنے کو جاتے ہو تو اچھا جاؤ   چھوڑ کر ہم کو ہوا خلدِ بریں کی کھاؤ
پر یہی شرطِ محبت ہے ذرا بتلاؤ   ہم تو زنداں میں ہوں تم چین جناں میں پاؤ
خیر یہ وقت مصیبت کبھی ٹل جائے گا
بات رہ جائے گی اور وقت نکل جائے گا

۹۳ تم مرے واسطے کیا کر چلے صاحب ساماں   لے کے ان بچوں کو بتلاؤ میں جاؤنگی کہاں
قبر کا اپنی بتا دو مجھے للہ نشاں   قید سے چھوٹ کے تا آسکے یہ سوختہ جاں
دل کی خواہش ہے یہ اطفال ہی کچھ نام کریں
میں رہوں قبر پہ خداموں کا یہ کام کریں

۹۴ پھول چن لائینگے جنگل سے یہ میرے گلِ تر   بیٹھ کر خود میں بناؤں گی لحد کی چادر
قبر جھاڑوں گی کبھی میں کبھی یہ نیک سیر   بس انھیں کاموں میں الجھی رہونگی دن بھر
دن بسر ہوگا مرا قبر کی خدمت کر کے
شب گزاروں گی میں قرآں کی تلاوت کر کے

۹۵ آرزو یہ تھی کہ ان بچوں کو بھی کرتی فدا   پر یقیں ہے کہ نہ مانیں گے اسے شاہِ ہدا
جو وہ فرمائیں نہیں عذر کی اس میں کوئی جا   حکم شبیر کا ہے حکم نبی حکم خدا
ان سے افعال سعادت ہی کے ظاہر ہونگے
بڑھ کے یہ قبر پہ صاحب کے مجاور ہوں گے

۹۶ سن کے زوجہ سے یہ تیورا گیا غازی یک بار   گو کیا ضبط مگر ہو گئیں آنکھیں خوں بار
لاکھ روکا کہ نہ ہو دردِ جگر کا اظہار   پر عیاں ہونے لگے رخ سے غشی کے آثار
سامنے شاہ تھے اس شرم و حیا نے روکا
جوشِ رقت کو مگر جوشِ وغا نے روکا

۹۷ ماسوا اِس کے نہ کچھ شبیر کے منہ سے نِکلا لو بس اب جاتے ہیں، ہم تمکو خدا کو سونپا
مرنے والے کی وصیت یہ رہے یاد ذرا اپنے سر لینا ہر اک زینب خاتوں کی بلا
ترکِ خدمت نہ ہو گو خاک بسر ہو جانا
ہر مصیبت میں تمھیں سینہ سپر ہو جانا

۹۸ ہم نہ اب ہوں گے جو تمکو یہاں سمجھانے کو آئیں بات وہ کیجیو ہم قبر میں جس سے سُکھ پائیں
تم اسے سہنا جو ہوں آلِ محمدؐ پہ جفائیں اُف نہ کرنا جو لعیں سب کے گلوؤں پہ چھری لگائیں
پاس بچوں کا نہ کچھ تم پئے ایماں کرنا
کام آجائیں سکینہ کے تو قرباں کرنا

۹۹ تشنگی بچوں کی عباس کو تھی مدِ نظر ہٹ گئے پاس سے زوجہ کے بس اتنا کہکر
تمکو اللہ کو سونپا تمھیں یہ رشکِ قمر یا علیؑ کہتے ہوئے خیمہ سے نِکلے باہر
سِلسلہ اپنوں کا بس حکمِ خدا سے کاٹا
رشتہ الفت کا جو تھا تیغِ وفا سے کاٹا

MarsiyaeMarsiya
www.emarsiya.com